حکم تعین القاضی الکافر فی الدولته الاسلامیه

المعروف

غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت

مؤلف

محدث العصر الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

حکم تعین القاضی الکافر فی الدولتہ الاسلامیہ

یعنی

غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت

مؤلف: محدث العصر الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

www.abdullahnasirrehmni.wordpress.com

مؤلف	فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
سرورق	دکتور ابو فاطمہ
کمپوزنگ	دکتور ابو فاطمہ
تاریخ اشاعت	19 رجب 1440ھ
ناشر	https://bit.ly/2UnSpQV

کسی بھی غلطی کی اطلاع مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔

asgharcheemajutt@gmail.com

فہرست عنوانات

۱	فضیلۃ الشیخ کا مختصر تعارف	۵
۲	مقدمہ از مؤلف	۱۰
۳	غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت	۱۳

۱۔ فضیلۃ الشیخ کا مختصر تعارف

نام: عبد اللہ بن عبد الرشید بن رحیم بخش بن قائم دین بن محمد بوٹا بن دسندی سنگھ
تاریخ پیدائش: دسمبر 28، 1956
تعلیم: فاضل جامعۃ دار الحدیث رحمانیہ کراچی، فاضل جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض، سعودی عرب
فضیلۃ الشیخ کی سند رسول اللہ ﷺ تک یہ ہے۔
عبد اللہ ناصر رحمانی شاگرد ہیں شیخ العرب والعجم بدیع الدین راشدی السندھی کے، وہ شاگرد ہیں عبد الحق ہاشمی المکی کے، انہوں نے علم حاصل کیا احمد بن عبد اللہ بن سالم البغدادی سے جو کہ شاگرد ہیں شیخ الاسلام کے پوتے عبد الرحمان بن حسن بن عبد الوہاب کے، انہوں نے اپنے دادا شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب سے تحصیل علم کیا، شیخ الاسلام شاگرد ہیں عبد اللہ بن ابراھیم المدنی کے جو کہ شاگرد تھے عبد القادر التغلبی کے۔ ان کی سند عبد الباقی، احمد البرقانی، موسی الحجازی، احمد الشوعیقی، عسکری اور عبد الرحمان ابن رجب کے واسطوں سے حافظ شمس الدین ابن قیم تک جا پہنچتی ہے۔ حافظ ابن قیم شاگرد ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے جو شاگرد ہیں فخر ابن البخاری کے۔ انہوں نے علم ابو ذر الحروی سے لیا۔ ان سے آگے ان کے استاد سرخسی ہیں جنہوں نے محمد بن یوسف الفروری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ محمد بن یوسف الفروری شاگرد ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری کے۔ امام بخاری سے آگے کی سند ان کی ثلاثی روایات کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتی ہے۔ ایسی ہی ایک روایت میں امام بخاری روایت کرتے ہیں المکی بن ابراھیم سے جنہوں نے اس حدیث کا سماع یزید بن ابی عبید سے کیا۔

یہ تابعی شاگرد ہیں صحابی رسول سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے جنہوں نے علم براہِ راست محسن کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے حاصل کیا۔

اساتذہ کرام:

شیخ ہارون الرشید، جامع المعقول والمنقول مولانا حاکم علی محدث دہلوی رحمہ اللہ، مولانا عبد العزیز فیصل آبادی رحمہ اللہ، مولانا کریم الدین سلفی رحمہ اللہ، مولانا عبد الجبار جہلم والے رحمہ اللہ، مولانا عبد اللہ مسعود بلتستانی رحمہ اللہ، مولانا عبد الرشید لداخی رحمہ اللہ، مولانا یوسف یعقوب حفظہ اللہ، محدث العصر عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ، العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، شیخ عبد الرؤف، ملا عبد القادر، مولانا عبد الخالق قدوسی رحمہ اللہ

وہ شیوخ جن سے اِجازہ لیا:

شیخ العرب والعجم محدث دیار سندھ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ، مولانا محمد حیات لاشاری رحمہ اللہ، مولانا سلطان محمود جلالپوری رحمہ اللہ، مولانا عبد الرؤف جھنڈا نگری رحمہ اللہ، مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ، قاری عبد الخالق رحمانی رحمہ اللہ، شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ

تصنیفات:

فضیلۃ الشیخ نے عربی اور اردو میں علمی کام کو شائع کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱. المنہج الاسعد فی ترتیب احادیث مسند امام احمد۔ ناشر دار الطیبہ للنشر والتوضیع
۲. تقلید کی مخالفت کیوں؟۔ ناشر دار الرحمانیہ
۳. حدیث ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ۔۔ ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۴. شرح حدیث جبریل۔ ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام

۵. شرح حدیث ہرقل۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۶. توحید، حقیقت، ضرورت، اہمیت، فضیلت، نیز شرکیہ امور کا تفصیلی بیان
۷. بنیادی عقائد۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۸. خطبات پروفیسر عبد اللہ ناصر رحمانی۔ناشر دارالسلام
۹. دوستی اور دشمنی کا اسلامی معیار۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۰. حج تمتع، حج یا عمرہ کیونکر قبول نہیں ہوتا۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۱. توحید الاسماء وصفات۔۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۲. چہرے اور ہاتھوں کا پردہ، شرعی حیثیت اور شبہات کا ازالہ۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۳. توحید الٰہ العالمین۔۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۴. مہلک گناہ۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۵. عورت کا لباس۔۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۶. عقیدہ الفرقہ الناجیہ۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۷. دعا ختم القرآن۔ناشر المکتبہ الرحمانیہ
۱۸. عقائد سلف صالحین، کتاب و سنت کی روشنی میں۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۱۹. شرح الاربعین النووی (ماہانہ دعوت اہلحدیث).
۲۰. خطبات۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۲۱. روزہ، حقیقت اور ثمرات۔ناشر مکتبہ عبد اللہ بن سلام
۲۲. منہج القرآن فی تربیتہ الرجال
۲۳. المنہج الحافظ ابن حجر العسقلانی فی کتابہ الفتح الباری

۲۴. حکم تعین القاضی الکافر فی الدولتہ الاسلامیہ
۲۵. منہج المحدثین فی خدمتہ السنہ
۲۶. محترم ہستیوں کے لئے کیا استعمال کریں محبت یا عشق؟

فضیلتہ الشیخ کی کتب ہماری ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔
فضیلتہ الشیخ نے مندرجہ ذیل علمی دورہ جات کروائے ہیں جن سے بلا مبالغہ ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا۔

۱. الاصول التفسیر شرح الاصول فی تفسیر
۲. جنتی صحابہ کے اوصاف
۳. شرح عمدۃ الاحکام من کلام خیر الانام
۴. شرح نواقض الاسلام
۵. تفسیر سورۃ الفاتحہ
۶. شرح الاربعین النووی
۷. شرح العقیدہ الواسطیہ
۸. شرح کتاب العلم من صحیح البخاری
۹. شرح السنہ
۱۰. قوائد توحید الاسماء وصفات
۱۱. شرح کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ من صحیح البخاری
۱۲. شرح کتاب التوحید
۱۳. شرح کتاب الفتن من صحیح البخاری

۱۴. تفسیر قرآن (بروج انسٹیٹیوٹ)
۱۵. شرح کتاب الامارۃ من صحیح المسلم
۱۶. شرح مقدمہ صحیح المسلم
۱۷. شمائل و خصائل نبوت ﷺ

۲. مقدمہ از مؤلف

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے، میرے علم کے مطابق تاریخ میں پہلی مملکت جو عقیدۃ توحید کی اساس پر قائم ہوئی وہ مدینۃ الرسول ﷺ ہے، اس کے بعد جو دوسری مملکت عقیدۃ توحید کی اساس پر حاصل کی گئی وہ مملکتِ پاکستان ہے، استقلالِ پاکستان کے وقت ہر شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ، کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا: پاکستان کا مطلب کیا؟ "لا الہ الا اللہ "۔ اس عظیم اور مبارک مقصد کے حصول کے لئے لاکھوں انسانوں نے، جو ہمارے بزرگ تھے، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے، یوں بڑی قربانیوں، محنتوں، مشقتوں اور انتھک جہود و مساعی کے نتیجہ میں مملکتِ پاکستان وجود میں آئی۔ الحمد للہ علی ھذا النعمۃ، لیکن یہ مقام تاسبف ہے کہ روزِ اول ہی سے پاکستان کو ایسی قیادتیں نصیب ہوئیں جنہوں نے مسلسل نظریہ قیامِ پاکستان سے انحراف کیا۔ لا الہ الا اللہ جو وجودِ پاکستان کی اساس ہے کا معنی تو یہ تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی سچی توحید قائم ہو اور ہر طرح کے شرک کی نفی ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین خالص نافذ ہو، اور ہر طرح کی بدعت کی بیخ کنی ہو، اس کے سوا اس کلمہ طیبہ کا اور کوئی مفہوم نہیں، مگر افسوس! ایسا اب تک نہ ہو سکا آئے دن دینِ اسلام پر طرح طرح سے یلغار ہوتی ہے اس یلغار میں اکثر اپنے ہی ملوث ہوتے ہیں، غیروں سے کیا شکوہ۔ آج اسلام اپنے ماننے والوں کی اکثریت سے اس شکوہ میں حق بجانب ہے کہ وہ اسلام کی حقیقت کو جانتے ہی نہیں، اور جو جانتے ہیں ان میں سے اکثریت اس شکوہ میں حق بجانب ہے کہ ان کے دل اسلامی غیرت و حمیت سے خالی ہیں۔ اس وقت ایک تازہ یلغار جو اسلامیانِ پاکستان پر بجلی بن کر گری وہ ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے مسٹر بھگوان داس صاحب کی بطورِ چیف جسٹس یعنی قاضی القضاۃ تقرری ہے، یہ تقرری اسلام کی روح کے منافی ہے، عقیدۃ توحید سے بغاوت ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

ﷺ کے احکام سے انحراف ہے اور رعیت کیلئے ایک فتنہ اور آزمائش ہے۔ اس تقریر پر سب سے بڑی یہی دلیل دی جارہی ہے کہ پاکستان کا آئین اس کی اجازت دیتا ہے، یہ تو کھلم کھلا اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ پاکستان کا آئین اللہ تعالیٰ کی نازل کردا شریعت سے متصادم ہے۔ اس آئین کی کہ جسے لوگوں نے بنایا، اس آئین کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے جسے خالقِ کائنات نے ہمارے لئے تیار کیا، جس کا فرمان ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدہ:48)

یعنی ہم نے ہر امت کیلئے ایک شریعت و منہاج بنایا ہے۔

ہم سے بعض مخلص دوستوں نے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، لیکن عدیم الفرصتی کا عذر مانع رہا، البتہ چند سال قبل اس موضوع پر جامعۃ الاحسان میں ہمارا ایک خطاب رکھا گیا تھا، اسی کی کیسٹ سے یہ مضمون تحریر کیا گیا، جسے نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔ جملوں کی ترتیب میں کچھ ردوبدل کرنا پڑا، نیز کہیں کچھ جملے جو مکرر محسوس ہوئے حذف کرنے پڑے، جبکہ جابجا کچھ علمی باتوں کا اضافہ بھی عمل میں آیا، یوں ایک متواضع اور حقیر سی کوشش ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔ اس مضمون کے صحیح مندرجات اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ہیں، اور اگر کوئی غلط بات تحریر ہو گئی ہو تو وہ میری طرف سے ہے، جس پر میں قارئینِ کرام کی طرف سے اصلاح کا منتظر رہوں گا۔ ہمیں پنے وطن سے محبت ہے اور ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے خالص دین کا نفاذ دیکھنا چاہتے ہیں، ہمیں حکومتی ایوانوں سے غرض نہیں ہے، صرف اللہ رب العزت کی خالص توحید اور پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت کی تنفیذ و تطبیق چاہتے ہیں، اس مقصد کے حصول کیلئے ہم ہر قربانی کیلئے تیار ہیں۔ "اللھم آرنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا

وارزقنا اجتنابہ" وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ واھل طاعتہ اجمعین

عبد اللہ ناصر الرحمانی
امیر جمیعت اہل حدیث سندھ، وشیخ الحدیث المعھد السلفی کراچی
ربیع الثانی 1438ھ

۳۔ غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت

(یہ مضمون ماہانہ دعوت اہلحدیث حیدرآباد کے شمارے مئی 2007 میں شائع ہوا)

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِکُمْ لَا یَأْلُونَکُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُھُمْ أَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْآیَاتِ إِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿آل عمران 118﴾

اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دیں اگر عقلمند ہو۔

و قال تعالیٰ فی موضع آخر

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِینَ یَزْعُمُونَ أَنَّھُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیدُونَ أَنْ یَتَحَاکَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ یَکْفُرُوا بِهِ وَیُرِیدُ الشَّیْطَانُ أَنْ یُضِلَّھُمْ ضَلَالًا بَعِیدًا (النساء 60)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور

ڈال دے۔

اس نشست کے لئے جو موضوع رکھا گیا ہے وہ ہے "غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت" یہ موضوع میرے لئے کم از کم بڑی حیرت اور استعجاب کا باعث ہے، کہ ایسا دور بھی ہم پر آنا تھا اور ہم نے اس ابتلاء میں مبتلاء ہونا تھا کہ مسلم ریاست میں غیر مسلم جج کی شرعی حیثیت پر بحث کرنی پڑے۔ یہ قضاء کا محکمہ یا قاضی کا منصب اتنا عظیم ہے کہ ہر مسلمان بھی اس کا اہل نہیں ہے چہ جائیکہ غیر مسلم؟ مسلم ریاست میں غیر مسلم جج کا تقرر تو "الطامتہ الکبریٰ" یعنی بہت بڑی قیامت ہے۔

اپنی گفتگو کے آغاز میں ایک بات کہنے کی جسارت کروں گا اور وہ یہ کہ قضاء کے تعلق سے ہمارے ملک کی بنیاد ہی غلط ہے، چنانچہ ہماری عدالتوں میں قرآن و حدیث کی بجائے، وضعی قوانین و دساتیر نافذ ہیں، ہم پر برٹش لاء مسلط ہے، ہم پر ایوب خان کے عائلی قوانین مسلط ہیں، ہم پر ایسے قوانین مسلط ہیں جو بارڈر پار کے اِس طرف "تعزیرات پاکستان" کے نام سے اور اُس طرف "تعزیرات ہند" کے نام سے نافذ العمل ہیں، یعنی فرق صرف ٹائٹل کا ہے اصول و ضوابط ایک ہی ہیں۔

جب عدالتوں میں آسمانی شریعت کی بجائے خود ساختہ نظام کا تسلط ہے اور ہر جج اسی حِصار میں مقید و محصور ہے اور اِسی خود ساختہ نظام کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہے، تو پھر جج کی کرسی پر عبداللہ یا عبد الرحمان کو بٹھاؤ یا مسٹر مائیکل یا مسٹر بگھوان داس کو، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

حضرات! یہ شریعت سے دوہری بغاوت ہے، ایک عدالتوں میں غیر اللہ کے قانون کا نفاذ، دوسرا غیر مسلم کو منصبِ قضاء کی تفویض۔

اس کے مقابلے میں ایک مسلم ریاست میں فیصلے صرف اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن و حدیث

سے ہوتے ہیں۔

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ (النساء105)

یعنی "تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تمہیں شناسا کیا ہے"

انِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (یوسف:40)

"نہیں ہے حکم مگر ایک اللہ کیلئے"

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿التین:8﴾

"کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے"

اور دوسری بات یہ ہے کی ان فیصلوں کی تنفیذ کرنے والا جج یا قاضی مسلمان ہوتا ہے، غیر مسلم ہر گز نہیں۔

اس بحث کو میں نے متقدمین اور محدثین کی کتب میں تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے یہ بحث کہیں نہ ملی، اس لئے کہ قرون اولیٰ میں ایسا کوئی تصور ہی نہیں تھا، اور نہ ایسی کوئی مثال کہ کسی بھی دور میں مسلمانوں پر غیر مسلم جج مسلط ہوا ہو، اس لئے یہ موضوع متقدمین اور محدثین کی کتابوں میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ البتہ قرآن و حدیث میں اس بارے میں رہنمائی موجود ہے، کیونکہ ہماری شریعت مطہرہ قیامت تک کے لئے ہے، لہٰذا اس میں قیامت تک ظاہر ہونے والے ہر مرض اور ہر فتنہ کا علاج موجود ہے۔

میں چونکہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کے بیان کرنے کا پابند کیا گیا ہوں اس لئے اسی پر اکتفاء کروں گا۔

جج کو عربی میں قاضی کہتے ہیں اور بعض جملوں میں حاکم بھی مستعمل ہے اور یہ محکمہ "محکمہ قضاء" کہلاتا ہے اور قضاء دین اسلام کا بڑا اہم شعبہ ہے۔ پہلے ہم قضاء کی تعریف پر غور کر لیں، تاکہ

اس تعریف کے اجزاء ہی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر سکیں کہ اس تعریف کے اجزاء کسی غیر مسلم پر منطبق ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟ قضاء کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً: فقہاء حنفیہ اس کی یہ تعریف کرتے ہیں: الحکم بین الناس بالحق (لوگوں کے درمیان حق کے ذریعے فیصلہ کرنا)، دیگر بہت سی تعریفات بھی منقول ہیں، لیکن میں نے ایک جامع تعریف کا انتخاب کیا ہے جو فقہاء حنابلہ کی کتب میں مذکور ہے اور ویسے اگر تمام تعریفوں کو جمع کر لیا جائے تو فقہاء حنابلہ کی تعریف ان تمام تعریفات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ کہتے ہیں "تبیین الحکم الشرعی والالزام بہ و فصل الخصومات" یعنی "کسی قضیئے میں حکم شرعی علیٰ وجہ الالزام بیان کرنا اور لوگوں کے جھگڑوں میں فیصلہ صادر کرنا۔"

"علیٰ وجہ الالزام" کا مطلب ہے کی قاضی کا فیصلہ جس شخص کو سنایا جا رہا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے قبول کرے، قبول کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اگر وہ اس سے انکار یا انحراف کرے تو پھر سزا کا قانون متحرک ہو جائے گا۔ "فصل خصومات" کا مطلب ہے لوگوں کے باہمی جھگڑے اور تنازعات نمٹانا، چاہے ان کا تعلق عزت سے ہو، مالی امور سے ہو یا ان کا تعلق دماء (خون ریزی) سے ہو۔

یہ چند موٹی موٹی باتیں سامنے آئیں کہ قضاء، حکم شرعی کو تلاش کرنے اور سے بیان کرنے کا نام ہے۔ یعنی صرف حکم نہیں بلکہ حکم شرعی، اگر صرف حکم ہوتا تو اسلامی اور غیر اسلامی قانون میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ یعنی ہمارے دین اسلام میں قضاء شرعی حکم تلاش کرنے اور اسے بیان کا نام ہے، غیر شرعی حکم کا نام نہیں ہے، چناچہ شرعی حکم کی قید سے غیر شرعی حکم خارج ہو گیا۔

اب کیوں کہ ہمارے قضاء کی بنیاد شریعت ہے اور شریعت کی بنیاد دو چیزیں ہیں ایک قرآن اور دوسری حدیث، اس لئے ہماری قضاء کا پورا مدار و محور اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن و حدیث

ہے، غیر شرعی احکام کا ہمارے منصبِ قضاء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی امریکی عدالت فیصلہ صادر کرتی ہے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں یا کوئی سروکار یا لگاؤ نہیں ہے، کیونکہ یہ فیصلہ ایک ایسی عدالت کا ہے جو غیر اسلامی ہے لہذا ہماری اسلامی غیرت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کی طرف کوئی توجہ بلکہ کوئی نگاہِ التفات بھی نہ کی جائے، چہ جائیکہ اسے قبول کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا (الروم:30)

یعنی اپنے اندر ایسی حنفیت پیدا کرو کہ اپنا چہرہ دین کی طرف سیدھا رکھو، دائیں بائیں جھانکنے یا دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ بعض اوقات طبیعت میں بڑا تکدُر پیدا ہو سکتا ہے اور ان کے بعض مسائل ناک بند کر کے سننا پڑیں گے۔ وہ تو ایسے ایسے فیصلے کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ، مرد، مرد سے شادی کر سکتا ہے عورت، عورت سے شادی کر سکتی ہے، ہم جنس پرستی وہاں باقاعدہ ایک قانون ہے۔ لیکن ہماری جو قضاء ہے وہ شریعت یعنی قرآن و حدیث کی بنیاد پر ہے، یہاں فیصلہ شریعت کے مطابق ہو گا اس کی زد میں کوئی چھوٹا آرہا ہو یا بڑا۔ اور یہ سب خیر و طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب چیز کو پسند فرماتا ہے اور اس نے طیبات کو ہی ہمارا دین قرار دیا ہے۔ جو قرآن و حدیث میں ہے وہی فیصلہ ہو گا، یہاں آپ کو بڑے مبارک فرامین سننے کو ملیں گے، فرمان نبوی ﷺ ہے

عن عائشة، "ان قريشا اهمهم شان المراة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم؟، فقالوا: ومن يجترئ عليه إلا اسامة حب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه اسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اتشفع في حد من حدود الله؟، ثم قام، فاختطب فقال:

ایھا الناس اِنما اھلک الذین قبلکم انھم کانوا اِذا سرق فیھم الشریف، ترکوہ، واِذا سرق فیھم الضعیف، اقاموا علیہ الحد، وایم اللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت، لقطعت یدھا"، وفي حدیث ابن رمح اِنما ھلک الذین من قبلکم (صحیح المسلم: حدیث نمبر 4410)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، قریش کو فکر پیدا ہوئی مخزومی عورت کی چوری کرنے سے (کیونکہ وہ قوم کی شریف تھی) انہوں نے کہا: کون کہہ سکتا ہے اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ لوگوں نے کہا: اتنی جرأت تو کسی میں نہیں البتہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہیتا ہے وہ کہے تو کہے (کیونکہ اسامہ، سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک بیٹے تھے) آخر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اسامہ! تو سفارش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی حد میں۔“ (جب امام تک حد کا مقدمہ پہنچ جائے تو سفارش کرنا درست نہیں، البتہ اس سے قبل بعض کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ مجرم شریر نہ ہو) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ سنایا اور فرمایا: ”اے لوگو! پہلے لوگ انہی کرتوتوں سے تباہ ہوئے جب کوئی اچھا شریف آدمی ان میں کا چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی ناتوں (بے وسیلہ) ایسا کرتا تو اس پر حد قائم کرتے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔“

یعنی اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کر لے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

یہ شرعی قضاء ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث ہے، اس کی زد میں کوئی بھی ہو آئے گا۔ نبی ﷺ

نے سابقہ امتوں کی قضاء میں جو انحراف تھا اس کی نوعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
انھم کانوا اِذا سرق فیھم الشریف، ترکوہ، واِذا سرق فیھم الضعیف، اقاموا علیہ الحد (صحیح المسلم: حدیث نمبر 4410)
یعنی جب کوئی معزز چوری کر لیتا تو اس کو معاف کر دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔
لیکن شرعی قضاء نہ اس روش کو اپناتی ہے اور نہ ہی اس کی تائید کرتی ہے بلکہ اس کی تقنید کرتی ہے۔ اس قضاء کا پہلا عنصر یہ ہے کی "تبین الحکم الشرعی" کہ شرعی حکم کا کھوج لگانا، اسی کو بیان کرنا اور اسی کا اظہار کرنا اور پھر "علیٰ وجہ الالزام" یعنی الزامی شکل میں، الزام کا معنیٰ ہے کہ اس طرح اُس کو بیان کرنا کہ جس کے لئے وہ حکم بیان کیا جا رہا ہے اس کے لئے قبول کرنا لازم ہے۔ اس طرح قضاء اور افتاء میں فرق سامنے آجائے گا، افتاء میں مفتی فتویٰ دیتا ہے مستفتی قبول کرے یا نہ کرے، مفتی کا کام بس فتویٰ لکھ کر دینا ہے، لیکن قضاء میں قاضی جو فیصلہ دیتا ہے اس فیصلے کو جاننا اور قبول کرنا لازم ہے، اور اسے لازم قبول کرایا جائے گا۔ اور پھر "فصل الخصومات" یعنی خصومات و تنازعات کے فیصلے کرنا، انہیں نمٹانا۔ ان تنازعات کا تعلق آپس میں جھگڑوں سے ہو یا ان کا تعلق عزت سے ہو یا مال سے ہو یا جان سے، ان تمام خصومات کو نمٹانا شرعی قضاء اور اس محکمہ کی ذمہ داری ہے۔
اب یہ تعریف کے اجزاء ہیں اور قرآن و حدیث ہی ان اجزاء کی بنیاد ہے اور قاضی جو فیصلہ کرے گا اسے اپنانا لازمی ہو گا۔ قضاء کے دائرہ کار میں اس قسم کے امور و معاملات زیادہ ہوتے ہیں جن کا تعلق لوگوں کے باہمی خصومات سے ہوتا ہے جس میں خون ریزی، مالی امور اور عزت و اھل شامل ہیں۔

اب بتایئے یہ سارے امر ایک غیر مسلم کے سپرد کس طرح کئے جائیں؟ ایک مومن کی عزت آپ جانتے ہیں کیا ہے؟ صحابی رسول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کو دیکھا اور فرمایا۔
مااعظمک واعظم حرمتک، والمؤمن اعظم حرمۃ عند اللہ منکسنن ترمذی برقم2032)
"تو کتنا عظیم ہے تیری عظمت وحرمت بھی کتنی عظیم ہے لیکن مومن کی حرمت وعزت اللہ کے ہاں تجھ سے بڑھ کر ہے"
رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔
فإن دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا، فی بلدکم ھذا، فی شھرکم ھذا(سنن ترمذی، برقم3087)
"تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں سب تم پر حرام ہیں جیسے کہ تمہارے آج کے دن(یوم عرفہ) کی حرمت ہے، تمہارے اس شہر(مکہ المکرمہ) میں تمہارے اس مہینے(ذوالحجہ) میں
یہ بات آپ ﷺ نے عرفۃ کے دن فرمائی تھی، یہ دن بھی عظیم ہے، مقام بھی عظیم ہے، شہر بھی عظیم ہے اور مہینہ بھی عظیم ہے۔ نیز فرمایا
"من قتل دون مالہ فھو شھید, ومن قتل دون دینہ فھو شھید, ومن قتل دون دمہ فھو شھید, ومن قتل دون اھلہ فھو شھید"(سنن ترمذی، برقم1421)
یعنی جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک مسلمان کا مال، جان، عزت اور دین کس قدر محترم ہیں کہ

ان کے دفاع میں مارا جانے والا شہادت کے رتبہ پر فائز ہو جاتا ہے، تو ایک مسلمان کے اتنے اعلیٰ پائے کے امور کسی غیر مسلم جج کے سپرد کیسے کئے جاسکتے ہیں؟ یہ بات تو شریعت کے ساتھ ساتھ عقل و خرد کے بھی منافی ہے، اور دنیا کا کوئی قانون اس غیر طبعی منطق کی تائید نہیں کر سکتا کیونکہ (ہم اپنے خطاب میں یہ بات واضح کریں گے کہ) ایک غیر مسلم، کسی بھی طور ایک مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔
اب ہم خاص اس موضوع کی طرف آتے ہیں، قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر ایسے شواہد موجود ہیں کہ کسی مسلم ریاست میں کسی غیر مسلم قاضی یا جج کا تقرر نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ بڑے ظلم و زیادتی اور اللہ کی ناراضگی اور ایک حدیث کے مطابق، جو ان شاء اللہ آپ کے سامنے آگے بیان کروں گا، اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستوجب ہے۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء: 141)
یعنی: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر کوئی سبیل (غلبہ وولایت) نہیں رکھی۔
یعنی مسلم ریاست میں کافروں کے لئے کوئی عہدہ یا کسی نوعیت کی حکمرانی جائز نہیں، قضاء تو بہت بڑی بات ہے، قضاء تو اتنا بڑا منصب ہے کی کوئی اور منصب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ان شاء اللہ یہ بات آگے آئے گی کہ جو قاضی ہوتا ہے وہ زمین پر خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ علامہ صنعانی نے ایک مقام پر لکھا ہے "لیس فوقھا مرتبۃ" یعنی قضاء کا مرتبہ و مقام اتنا اونچا اور اہم ہے کہ اور کوئی مرتبہ اس سے اونچا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا اس موقف پر یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ خلیفہ وقت بھی قاضی کے فیصلوں کے تابع ہوتا ہے، خلفاء راشدین کے دور کے بہت سے واقعات اس پر شاہد عدل

ہیں۔
تو اللہ تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر حکمرانی کی کوئی شکل نہیں رکھی۔ مسلم ریاست ہو اور اس میں کسی بھی نوعیت اور کسی بھی اعتبار سے کفار کے لئے کوئی تولیت، کوئی منصب اور کوئی حکم ہو یہ کسی طور بھی جائز اور درست نہیں چہ جائیکہ قضاء کا منصب جو کہ سب سے اونچا منصب ہے۔
مذکورہ آیت کریمہ سے اسی نوعیت کا استدلال امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا، ان سے کہا گیا کہ فلاں شخص عیسائی ہے اور بڑا اچھا کاتب ہے اس کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے، تو آپ نے فرمایا عیسائی کی خدمات سے فائدہ اٹھانا یا اسے کوئی منصب دینا، (اگرچہ وہ صرف کتابت تک ہی محدود ہو جس میں وہ مختار نہیں ہوتا بلکہ ہماری املاء کا پابند ہوتا ہے) میرے لئے ناممکن ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء: 141)
یہ بڑا عظیم استدلال ہے، وہاں کوئی قضاء کی بات نہیں ہو رہی تھی صرف کتابت کا معاملہ تھا، جیسے آج کے دور میں کمپوزنگ کی ملازمت ہے یا کسی محرر کے تقرر کا مسئلہ درپیش ہے جو محض آپ کی بتائی ہوئی باتیں یا املاء کردہ عبارتیں تحریر کرنے پر مامور ہے۔ امیر المومنین نے یہ بات پورے ایمان کی روشنی میں اور مکمل وثوق کے ساتھ کہی، کیونکہ کفار چاہے یہودی ہوں یا عیسائی یا مشرک ہوں وہ کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، بلکہ مسلمانوں کے بیچ میں رہ کر خرابیاں پیدا کریں گے اور یہ ان کی پلاننگ کا حصہ ہے۔
امیر المؤمنین کی یہ سوچ محض ایک کاتب کے بارے میں تھی، جو ہر طرح سے زیرِ دست ہوتا ہے اور صرف املاء کردہ عبارت کی تحریر کا پابند ہوتا ہے، مگر یہاں تو مسئلہ قاضی القضاۃ کے تقرر

کا ہے جو بڑے اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔
اس بارے میں کچھ باتیں عرض کروں گا مجھے توقع ہے کہ صدرِ مجلس بھی اس بارے میں کچھ فرمائیں گے کہ عالمی سطح پر یہودیوں اور عیسائیوں کی کیا شرارتیں ہیں؟ اور ان کی کیا پلاننگ ہے؟ مسلمانوں کے اندر بگاڑ پیدا کرنے کے لئے ان کی کیا سوچ ہے؟ اور ان کے کیا طُرق ہیں؟ اور اس کے لئے اُن کے پاس کیا کیا وسائل ہیں؟ اور اُن کا طریقہ واردات کیا ہے؟ امیر عمر رضی اللہ عنہ اس دور میں صرف ایک کاتب رکھنے کو تیار نہ ہوئے اور انہوں نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا اور اپنے ساتھی سے مزید کہا کیا تونے اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (المائدہ: 51)

"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

ان کی خیر خواہی محض آپس کے لئے ہے تمہارے لئے نہیں، بظاہر تمہاری ہاں میں ہاں ملائیں گے لیکن ان کے حقیقی عظائم کیا ہیں اس سے تم آگاہ نہیں ہو۔ اس موضوع پر ہم اور بھی قرآنی آیات بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔

حضرات! قرآن کریم میں ایسی بیسیوں آیاتِ کریمہ موجود ہیں جن میں اللہ رب العزت نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے دوستی قائم کرنے سے منع فرمایا ہے، فقہاء و محدثین کی ایک خاصی بڑی جماعت نے ان تمام آیات سے استدلال کرتے ہوئے غیر مسلم کو مسلم ریاست میں کسی قسم کے عہدے، منصب، امارت یا قضاء کی تفویض کو ناجائز قرار دیا ہے، اور یہ استدلال بلکل بر محل اور انتہائی صائب ہے؛ کیونکہ قرآن پاک نے تو محض کفار سے دوستی قائم کرنے سے روکا ہے، جبکہ انہیں اپنی ریاست میں کسی منصب کی تفویض دوستی قائم کرنے سے کہیں بڑھ

کر ہے، اور اگر منصب قضاء کا ہو تو اس کی خطورت مزید بڑھ جائے گی، اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار سے دوستی مقاصدِ شریعت کے خلاف ہے اور اللہ تعالی کے امر کی صریح نافرمانی ہے، تو ان سے دوستی کرنے کے بعد انہیں کسی منصب کی تفویض کتنا بڑا جرم قرار پائے گی، اس پر خوب غور کرنے کی ضرورت ہے
بعض محدثین نے قرآن پاک کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے اور وہ بڑا اچھا استدلال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:59)

اے ایمان والو! فرمانبر داری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبر داری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور اپنے میں سے اولو الامر کی اطاعت کرو۔

اولو الامر کون ہیں، "منکم" جو تم میں سے ہیں، یعنی شریعت نے اولو الامر کا جو تصور دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "منکم" سے واضح ہوتا ہے یعنی تمہارے اولو الامر صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، مسلمانوں کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتے، یہ بڑا دقیق استدلال ہے لیکن بڑا اچھا اور خوب استدلال کیا ہے کہ اولو الامر تم میں سے ہونا چاہیئے تمہارے غیر میں سے نہیں، لہٰذا اطاعت کا جو حق ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے یا اللہ تعالیٰ کے رسول کیلئے ہے یا پھر اُن اولو الامر کیلئے جو تم میں سے ہیں اور اگر تم میں سے نہ ہوں تو ان کا تعین و تقرر ہی باطل ہے اور شرعی مقاصد کے خلاف ہے، وہ نہ اس کے اہل ہیں اور نہ ہی اس کے مستحق ہیں، اور جو ان کے تقرر کا بھیانک اقدام کریں گے تو انہیں شریعت کی بہت سی تحدیدات اور بہت سی سزاوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور:63)

سنو! جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی

زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔
اسی معنی میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
وجعل الذلۃ والصغار علی من خالف امری (مسند احمد، برقم 2/92)
یعنی: "جو میرے کسی بھی امر کی مخالفت کرے گا اس کیلئے (ذلت وحقارت) لکھ دی گئی ہے"
حضرات ! مسئلہ زیر بحث کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے جس کا تعلق اسلام کے ایک اہم اور سرفہرست عقیدہ سے ہے، وہ عقیدہ "الولاء والبراء" کے نام سے موسوم ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص اپنی دوستیوں اور دشمنیوں پر نظرِ ثانی کرے، خوب اچھی طرح دیکھے کہ اس کی دوستی، محبت اور تعلق کِس کِس سے ہے؟ اور اس کی ناراضگی، دشمنی اور عداوت کس کس سے ہے؟ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے تعلقات کو اس نوعیت سے پرکھنا ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے، چنانچہ ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ اس کی دوستی اور محبت صرف اس شخص سے ہو جو دوستی اور محبت کا اہل ہے، اور اس کی دشمنی اور ناراضگی صرف اس شخص سے ہو جو اس کا مستحق ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:
اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (مسند احمد، برقم 4/286، الطبرانی، برقم 3/125/2، الصحیحۃ، برقم 998)
یعنی: اسلام کا سب سے مضبوط کنڈا، اللہ تعالیٰ کیلئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے بغض رکھنا ہے"
ایک حدیث میں اس عقیدہ کا ثواب بھی مذکور ہے:
"من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ، فقد استکمل الإیمان" (ابوداوٗد، برقم 4681)
یعنی: جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے ناراضگی رکھے، اللہ کے لیے خرچ کرے اور

اللہ ہی کے لیے روک لے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا"
یہی مضمون قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں مذکور ہے:
لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم أو أبناءھم أو إخوانھم أو عشیرتھم أولئک کتب في قلوبھم الإیمان وأیدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجري من تحتھا الأنھار خالدین فیھا رضي اللہ عنھم ورضوا عنہ أولئک حزب اللہ ألا إن حزب اللہ ھم المفلحون (المجادلہ:22)
اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں یہ خدائی لشکر ہے، آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ببانگ دہل اس حقیقت کو آشکارہ فرما رہا ہے کہ اس زمین کے نقشے پر ایسی قوم کا وجود ہے ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی خالص توحید کو قبول کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھتی ہو، خواہ وہ لوگ کتنے ہی قریبی اور تعلق دار ہوں۔ یہ بات ان لوگوں کی ہے جن کی توحید خالص ہو، تعلق باللہ میں صداقت ہو اور ان کی نگاہیں آخرت کے درجات علیٰ پر مرکوز ہوں۔ لیکن ایسے ایمان کے دعویدار جن کی توحید خالص نہ ہو، تعلق باللہ میں صداقت نہ ہو اور نگاہیں آخرت کی بجائے دنیا کی شہرت اور گندی

سیاست پر مرکوز ہوں تو ان کا دوستی اور دشمنی کا معیار شرعی تمیز سے محروم رہے گا، ان لوگوں کے عقائد میں بڑا جھول ہے، اور جو غیر مسلم کو کسی منصب کی تفویض کرتے ہیں وہ دُہرے جرم کے مرتکب ہیں: ایک ان سے دوستی کا جرم، دوسرا ایک مسلم ریاست میں انہیں کسی منصب کی تفویض کا جرم۔

قرآن حکیم کا ایک اور مقام ملاحضہ ہو، جس کا مسئلہ زیرِ بحث سے بڑا گہرا تعلق ہے، اور یہ آیت کریمہ "الولاءوالبراء" کی حقیقت بھی واضح کرتی ہے:

یا أیھاالذین آمنوالاتتخذوابطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودواماعنتم قد بدت البغضاء من أفواھھم وماتخفي صدورھم أکبر قد بینالکم الآیات إن کنتم تعقلون (آل عمران:118)

"مومنو! کسی غیر مذہب کے آدمی کو اپنا رازداں نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو چکی ہے اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنادی ہیں۔"

"بطانۃ" بطن سے ہے، بطن پیٹ کو کہتے ہیں، انسانی جسم پر وہ کپڑا جو پیٹ سے لگا ہوا ہو اس کپڑے کو بطانہ کہا جا سکتا ہے، کُتبِ لغت میں اس کا ترجمہ رازدان سے کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ "دخلاء" سے کیا ہے، یعنی ایسے لوگ جو تمہاری خلوتوں میں داخل ہوں، تمہارے رازدان ہوں۔

اب اس موضوع کا ہمارے موضوع سے کیا تعلق ہے؟ بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ قرآن کریم نے غیر مسلم کو "بطانۃ" پکڑنے سے منع فرما دیا ہے، لہذا کوئی غیر مسلم ہمارا رازدان، خلوتوں کا ساتھی یا دخیل نہیں ہو سکتا، پس اگر ہم کسی غیر مسلم کو کوئی منصب تفویض کریں گے تو یہ اسے

"بطانۃ" پکڑنے کا سب سے اقرب اور سہل راستہ ہو گا، اور منصبِ قضاء پر خاص طور پہ غیر مسلم کی تولیت مزید رازداری کا باعث ہو گی، اور یہ چیز صراحتہً حکم قرآنی کے خلاف ہے۔ ہمارے "بطانۃ" تو صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، وہی ہمارے رازدان ہیں اور وہی ہمارے تمام مناصب کے مالک ہیں۔

اگر ہم کسی غیر مسلم کو اپنا ہمدرد یا خیر خواہ قرار دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا کریں گے "لا یالونکم خبالا" یعنی کفار تمہیں تکلیف اور ایذاء پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، بلکہ "ودوا ماعنتم" کے مصداق وہ ہمیشہ یہی خواہش کرتے رہیں گے کہ مسلسل ایسے اقدام کرتے رہیں جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہوں، جن کا انجام ہمیشہ تمہارے نقصان پر منتج ہو۔

اللہ رب العزت جو علام الغیوب ہے اور دلوں کے بھید خوب جانتا ہے، مزید وضاحت فرماتا ہے۔ "قد بدت البغضاء من أفواھھم وما تخفي صدورھم أکبر" یعنی ان کی شکلوں اور چہروں سے تمہارے خلاف کینہ اور بغض جھلکتا ہے، جسے سبھی محسوس کرتے ہیں، مگر چونکہ میں دلوں کے راز خوب جانتا ہوں لہٰذا تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ اِن کے سینوں میں چھپا ہوا کینہ اور بغض اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی اتنی وضاحتوں کے بعد کوئی شخص کسی غیر مسلم کو اپنا ہمدرد یا خیر خواہ قرار دے سکتا ہے؟ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدان یا دخیل بنا سکتا ہے؟ کسی غیر مسلم کو کوئی منصب تفویض کر سکتا ہے؟ ہم تمہارے اس آئین کو مانیں جو تم نے اور تم جیسے دیگر لوگوں نے اپنی ان عقلوں سے بنالیا جو فرنگی نظام کی تابع اور تربیت یافتہ ہیں، یا اُس آئین کو مانیں جو خالق کائنات نے ہمارے لئے بنایا اور اپنے پیارے پیغمبر محمد ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا دیا۔

اس آیت کریمہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ ایک حدیث لائے ہیں:

"مابعث اللہ من نبي، ولا استخلف من خليفة إلا كانت له بطانتان: بطانة تامره بالمعروف وتحضه عليه، وبطانة تامره بالشر وتحضه عليه، فالمعصوم من عصم اللہ تعالیٰ" (مسند احمد، برقم 7238، صحیح البخاری، برقم 7198)

"اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا یا جس شخص کو بھی خلیفہ بنایا تو اس کے لئے دو "بطانة" ہوتے ہیں، ایک وہ جو اسے نیکی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا اور دوسرا "بطانة" وہ جو اسے برائی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا۔ پس بچا ہوا تو وہ ہے جسے اللہ بچا لے۔"

اس حدیث مبارکہ میں ہر نبی یا خلیفہ کیلئے دو "بطانة" کا ذکر کیا گیا ہے، اب انبیاء کا سلسلہ تو بند ہو چکا لیکن خلیفہ یا حاکم آتے رہیں گے اور ہر حاکم کیلئے دو طرح کے رازدان ضرور ہوں گے: ایک نیکی کی نصیحت کرنے والے، دوسرے برائی پر آمادہ کرنے والے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حاکم اپنے ارد گرد اپنے مصاحبین کا جائزہ لیتا رہے کہ ان میں کون مخلص، خیر خواہ اور نیک طینت ہے اور کون بُری خصلت کا حامل بدخواہ ہے، تاکہ وہ نیک لوگوں کی مصاحبت اور مشاورت سے مستفید و محظوظ ہوتا رہے اور برے لوگوں کی صحبت سے بچ سکے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حدیث کے آخر میں فرمایا "فالمعصوم من عصم اللہ تعالیٰ" یعنی صرف اس حاکم کا بچنا ممکن ہے جسے اللہ تعالیٰ بچا لے، کیونکہ بعض اوقات برے "بطانة" بظاہر خوش اسلوبی اور میٹھی گفتار کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں نقصان پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے بچنا ممکن ہے۔ لیکن ایسے حاکم کا کیا کیجئے جو بذات خود کسی غیر مسلم مثلاً کسی یہودی یا عیسائی یا ہندو کو کوئی منصب تفویض کر دے یا اپنی کابینہ کا حصہ بنا لے، اس نے خود ہی "بطانة السوء" کا تقرر کر کے اپنے پاؤں پہ کلہاڑا مار لیا؛ کیونکہ قرآن پاک نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ غیر مسلم تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، وہ ہمیشہ تمہارے درپے آزار رہیں گے، اُن کے چہروں پر تمہارے لئے

بغض وعداوت کے آثار نظر آئیں گے لیکن دلوں میں چھپا بغض اس سے بھی کہیں زیادہ ہو گا۔ تو ایک حاکم کا غیر مسلم کو کسی منصب پر بٹھانا اللہ تعالیٰ کے امر کے خلاف ہے، شریعت کے مقاصد کے منافی ہے، اس (بطانۃ السوء) کے ذریعے اپنے امور اور اپنی رعیت کے امور میں بگاڑ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ والعیاذ باللہ۔

نبی ﷺ کے فرمان کا تقاضا یہ ہے کہ حاکم وقت "بطانۃ السوء" سے محفوظ رہنے کی کوشش بھی کرے اور دعائیں بھی، تو پھر یہ کتنا بڑا ظلم ہو گا کہ وہ خود ہی "بطانۃ السوء" کا تقرر کر لے، یہ اقدام تو اللہ رب العزت کے فرمان کی کھلی بغاوت ہے۔

آیت کریمہ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ) کی تفسیر کے ضمن میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے "ازہر بن راشد فرماتے ہیں: لوگ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس سماعِ حدیث کے لئے جاتے، اور اگر کبھی کسی حدیث کا مطلب نہ سمجھ پاتے تو حسن بصری رحمہ اللہ (جو علمائے تابعین میں سے تھے) کی طرف رجوع کرتے، ایک دن انس بن مالک رضی اللہ عنی نے نبی ﷺ کی یہ حدیث سنائی۔

"لا تستضیئوا ابنار المشرکین، ولا تنقشوا علی خواتیمکم عربیا" (سنن النسائی، برقم 5212)

"مشرکین کی آگ سے روشنی مت لو اور نہ اپنی انگوٹھیوں پر عربی نقش کراؤ"

اس حدیث کا معنی سمجھنے کے لئے لوگوں نے حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا، حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: انگوٹھیوں میں عربی عبارت کے نقش کی ممانعت کا معنی یہ ہے کہ ان پر محمد نام نہ لکھواؤ (کیونکہ دور رسالت میں آپ ﷺ کی مہر آپ کی انگوٹھی پر آپ کے نام کے ساتھ نقش تھی، لہٰذا اگر کوئی دوسرا اسی نام کا نقش کرواتا تو آپ ﷺ کی مہر کا اشتباہ پیدا ہونے

کا امکان تھا)۔ حدیث کے دوسرے حصے "لا تستضیئوا بنار المشرکین" کی تشریح کرتے ہوئے حسن بصری نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے امور میں مشرکین سے مشورہ طلب نہ کرو، پھر فرمایا: اس معنی کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اس فرمان سے ہوتی ہے (یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم۔۔۔۔۔۔ الآیۃ)

حدیث میں وارد اس جملے کی ایک تفسیر اور بھی ممکن ہے اور وہ یہ کی مشرکین کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو یعنی ان کے قریب یا ان کے پڑوس میں سکونت اختیار نہ کرو؛ کیونکہ جب ان کا پڑوس اختیار کیا جائے گا تو وہ اپنے لئے آگ جلائیں گے تو ان کی آگ کی روشنی تمہارے گھر تک پہنچے گی، اسی معنی میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے:

"من جامع المشرک، وسکن معہ فإنہ مثلہ" (سنن ابی داوٗد، برقم 2787)

یعنی "جو مشرک کے ساتھ خلط ملط ہو یا اس کے قریب سکونت اختیار کرے وہ اسی جیسا ہے"۔

حضرات! مشرکین کے حوالے سے مذکورہ دونوں تفسیریں ہمارے موقف کی بھرپور تائید کر رہی ہیں، مشرکین کا معاملہ اس قدر حساس ہے کہ ان سے مشورہ طلب کرنے سے روکا گیا، نیز ان کا پڑوس اختیار کرنے سے منع کیا گیا، نیز ان کے ساتھ اختلاط سے بھی روک دیا گیا، تو پھر جب ایک مشرک کا معاملہ اس قدر سنگین ہے تو وہ ہماری ریاست میں کسی منصب کا مستحق کیسے قرار پا سکتا ہے؟ اور منصب بھی ایسا جس کا تعلق قضاء جیسے حساس ترین معاملے سے ہو۔ اسلامی غیرت وحمیت کی ایک رمق بھی ہو تو ایسا اقدام کرنے سے گریز کیا جائے، ہمارے سلف صالحین کی سیرت کا اعجاز کیا تھا ملاحضہ فرمائیں:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں اھل حیرۃ سے ایک غلام ہے (غیر مسلم) جو قوتِ حافظہ اور عمدہ کتابت میں اپنی مثال آپ ہے، کیوں نہ اسے بطورِ کاتب مقرر

کر لیا جائے، فرمایا؛ اگر میں اسے بطور کاتب مقرر کر لوں تو میں نے غیر مسلم کو بطور "بطانۃ" یعنی رازدان و دخیل چن لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے (تفسیر ابن کثیر 529/1)

غیر مسلم تو ایک محرر یا کاتب کے طور پر بھی قابلِ قبول نہیں، چہ جائیکہ بطورِ قاضی بلکہ قاضی القضاۃ۔

تاریخ اسلام سے ایک اور واقعہ ملاحضہ ہو: صحابیِ رسول ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے قاضی تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مختلف مناصب تفویض فرمائے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی منصبِ قضاء پر فائز رہے اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی قاضی رہے، ایک دفعہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری ایک شکایت پہنچی ہے "اتخذت کاتبا نصرانیاً" یعنی تم نے ایک کاتب رکھا ہوا ہے جو کہ نصرانی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "لی کتابتی ولہ دینہ" مجھے اس کی کتابت سے سرور کار ہے، اس کے دین کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں، وہ جانے اس کا دین جانے، لیکن چونکہ وہ بڑا زبردست کاتب ہے لہٰذا میں نے اس کا تقرر کر دیا ہے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کا کیا کروگے جن میں غیر مسلم کی دوستی اور "بطانت" سے روکا گیا ہے، پھر حکماً فرمایا: اس کاتب کو فوری طور پہ معزول کر دو، اور آخر میں فرمایا:

کیف اعزھم اذا اذلھم اللہ و کیف امنھم اذ خونھم اللہ و کیف ادنیھم اذ ابعدھم اللہ "

یعنی: جنہیں اللہ نے ذلیل کر دیا میں انہیں عزت کیسے دوں، اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے خائن قرار دے دیا انہیں میں امانت دار کیسے سمجھوں، اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دھتکار دیا میں انہیں اپنے قریب کیسے کروں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا
أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ (سنن ابی داؤد، بر قم 3029)
یعنی: مشرکین (یہود و نصاریٰ) کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرو۔
ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمائے اتھ۔
"لا تکون قبلتان في بلد واحد" (سنن ابی داؤد، بر قم 3032)
یعنی جزیرہ عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے۔
اسی قسم کا ایک قضیہ عمرِ ثانی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں پیش آیا، ان کے ایک گورنر نے عیسائی کو منصبِ کتابت پر مامور کیا، آپ کو اطلاع ہوئی تو خط لکھوا بھیجا، فرمایا: "اپنے کاتب کو اسلام کی دعوت دو اگر قبول کرلے تو درست ورنہ اسے معزول کر دو کیونکہ وہ ہمارے کسی منصب کا مستحق نہیں" گورنر نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے قبول کر لی اور بڑا نیک اور صالح مسلمان ہو گیا۔
حضرات! میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ کسی غیر مسلم کے منصبِ قضاء پہ تعین کے سلسلے میں مجھے سلف صالحین کی کتب میں ایک مستقل باب کے طور پر یہ مسئلہ کہیں نہیں ملا، جس کا معنی یہ ہے کہ یہ بات اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اسلامی ریاست میں کسی مسلم کو قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے، البتہ کچھ نظائر یا اِکا دّکا مثالیں ملتی ہیں، جن کا یہاں تذکرہ ہمارے موقف کی مزید پختگی کا باعث ہو گا۔
ایک معاملہ میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کا تنازعہ ہو گیا، یہودی نے کہا: بیني و بینك محمد ﷺ یعنی میرے اور تمہارے درمیان محمد ﷺ ہیں" مطلب یہ کہ میں اس قضیے کے حل کیلئے محمد

ﷺ کو قاضی مانتا ہوں۔ گویا یہودی جو محمد ﷺ کی حقانیت سے خوب واقف تھا، اسے معلوم تھا کہ محمد ﷺ کا فیصلہ عدل و انصاف پر قائم ہو گا۔ مسلمان، جو نام کا مسلمان تھا، جس کا دل نفاق سے بھرا ہوا تھا، نے کہا، "بيني وبينك كعب بن اشرف "یعنی ہم کعب بن اشرف جو کہ ایک یہودی تھا کو بطورِ قاضی مقرر کر لیتے ہیں۔ تب اللہ رب العزت نے اس آیتِ مبارکہ کا نزول فرمایا:

ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك يريدون أن يتحاكموا إلى الطاغوت وقد أمروا أن يكفروا به ويريد الشيطان أن يضلهم ضلالا بعيدا﴿النساء60﴾

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حا لنکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔

اب یہاں مسئلہ زیرِ بحث کی حساسیت و خطورت ملاحضہ ہو کہ صرف ایک قضیہ پر فیصلے کیلیئے ایک یہودی کو بطورِ قاضی لینے کو قرآن نے " تحاکم الی الطاغوت" قرار دیا ہے اور اس حرکت کو شیطانی عمل اور پرلے درجے کی ضلالت شمار کیا ہے، حالانکہ اس نام نہاد مسلمان نے صرف ایک مسئلہ کے تعلق سے کسی غیر مسلم شخص سے فیصلہ کرانے کی بات کی تھی، لیکن جہاں مستقلاً ایک غیر مسلم کو قاضی یا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا جائے تو اس پر شرعی طور پر کیا حکم اور کیا کیا وعیدیں مرتب ہوں گی؟ شریعت کی غیرت تو اس امر کی متقاضی ہے کہ کسی غیر مسلم کی قضاء ایک لمحہ بھی قابلِ قبول نہیں، تو پھر کسی غیر مسلم کو بطورِ قاضی مستقلاً مسلط کر دینا کیسے قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ ایک لمحہ کے لئے کعب بن اشرف کو قاضی مقرر کرنے والے نام نہاد مسلمان

کو کتنی شدید وعیدوں سے نوازا گیا، تو پھر اس شخص کا انجام کیا ہو گا جو مسلم ریاست میں مستقل طور پر کسی غیر مسلم کو بطورِ قاضی مقرر ومسلط کر دے؟
مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ ایک آیت کے متعدد اسبابِ نزول ہو سکتے ہیں۔
اس واقعہ میں ایک یہودی اور منافق، ایک تنازعہ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں، آپ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمادیا جو اس نام نہاد مسلمان کے خلاف تھا، اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانا چاہا، چنانچہ وہ دونوں ان کی خدمت میں پہنچ گئے، جب انہیں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں نبی ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں تو شدید غضب کے عالم میں تلوار نکال لائے اور منافق کی گردن پر یہ کہہ کر تلوار کا وار کیا: من لم یرض بقضاء رسول اللہ ﷺ فھٰذا قضاء عمر "یعنی" جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے راضی نہیں تو عمر اس کا فیصلہ تلوار سے کرتا ہے"۔

اس واقعہ میں شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یا آپ کے فیصلہ کی موجودگی میں عمر جیسی شخصیت سے بھی فیصلہ لینا جائز نہیں، تبھی تو قرآن پاک نے بھی جناب عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اقدام کی تائید کی، تو پھر نبی ﷺ کی مکمل شریعت جو تا قیامِ قیامت موجود و محفوظ ہے، کی موجودگی میں کسی دوسرے کا فیصلہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے خواہ وہ دوسرا کتنا بڑا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، لیکن یہاں المیہ یہ ہے کہ اس شریعت مطہرہ کے ہوتے ہوئے ایک غیر مسلم کو منصبِ قضاء پر فائز کر دیا گیا، یہ اقدام کسی قیامت سے کم نہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔
الغرض منصبِ قضاء کا اہل صرف مسلمان ہے، مسلمان بھی ایسا جو فیصلے صادر کرنے میں شریعت

مطہرہ یعنی قرآن و سنت کے حصار میں محصور رہے، اس منصب پر تو وہ مسلمان بھی نا قابل قبول ہے جو اپنے فیصلوں کیلئے قرآن و حدیث کو بنیاد نہیں بناتا، تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اس منصب کیلئے ایک غیر مسلم کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

حضرات! مسئلہ زیر بحث پر گو متقدمین کی کتب میں مستقل باب یا بحث موجود نہیں ہے، مگر میرا یہ ماننا ہے کہ امام الدنیا فی الحدیث، امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے جس میں قیامت تک کے لئے قضایا، اشکالات، گمراہ فرقوں اور تحریکوں کی علمی طور پر تفنید موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ توفیق بخشی کہ وہ امت کو ایسے دستاویز دے گئے جو ہر لحاظ سے کافی و شافی ہے، اس پوری امت میں ایسا عظیم کام نہ کسی سے ہوا، نہ قیامت تک ہوگا، فجزاہ اللہ عنا و عن المسلمین خیر الجزاء

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے کتاب الاحکام میں ایک باب قائم کیا ہے، جو مسئلہ زیر بحث کے تعلق سے عظیم رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

فرماتے ہیں: باب متی یستوجب الرجل القضاء۔ یعنی ایک شخص منصبِ قضاء کا اہل و مستحق کب بنتا ہے؟

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آیات ذکر فرمائی ہیں اور کچھ علماء سلف کے اقوال پیش کئے ہیں، جس سے ان کا ذہن، منہج اور پیغام واضح ہوتا ہے۔

پہلی آیت کریمہ یہ ہے

یا داوود إنا جعلناک خلیفة في الأرض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ إن الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (ص:26)

"”اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے، پس تم لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو کہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن سخت عذاب ہو گا بوجہ اس کے جو انہوں نے حکم الٰہی کو بھلا دیا تھا۔"

یہ آیت کریمہ منصبِ قضاء کیلئے ایک اصل اور معیار کی حیثیت رکھتی ہے، اس آیت کریمہ نے قاضی کے مقام اور شان کو واضح کیا ہے، چنانچہ قاضی خلیفتہ اللہ فی الارض ہوتا ہے اور قاضی حق، یعنی قرآن و حدیث کے ساتھ فیصلے صادر کرتا ہے، یہ صفات کسی غیر مسلم پر منطبق ہو سکتی ہیں؟: کیا ایک غیر مسلم خلیفہ کہلا سکتا ہے؟ کیا ایک غیر مسلم کو مسلم سے حق یعنی قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے صادر کرنے کی توقع رکھی جا سکتی ہے؟ غیر مسلم تو اھواءِ نفس کا پیروکار ہوتا ہے، جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ إن الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (ص:26)

یعنی: اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو جھٹلا دیا ہے۔

دوسری آیت کریمہ یہ ہے:

إنا أنزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین أسلموا للذین ھادوا والربانیون والأحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا ومن

لم یحکم بما أنزل اللہ فأولئک ھم الکافرون (المائدہ:44)
یعنی: ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیا (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علما فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفا ت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے اب تمہیں چاہیئے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میر اڈر رکھو، میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بیچو، جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں۔
اس آیت کریمہ کو پیش کر کے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ذہن دینا چاہتے ہیں کی بمصداق قولہ تعالیٰ "حکم بھا النبیون" حکم اور قضاء کی اہلیت یا تو انبیاء کرام کے لئے ہے یا پھر ان کیلئے جن کا عقیدہ و منہج انبیاء جیسا ہو، جو علماً و عملاً انبیاء کرام کی اتباع کے رنگ میں رنگے ہوں۔ "لا تخشوا الناس واخشون" جو تقویٰ، ورع اور تعلق باللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں۔ "لا تشتروا بآیاتي ثمنا قلیلا" جو اپنے فیصلوں کو بیچنے والے نہ ہوں، رشوت خور نہ ہوں۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا جو انہی آیات کی ترجمانی کر رہا ہے فرماتے ہیں۔

أَخَذَ اللّٰہُ عَلَی الْحُکَّامِ أَنْ لَا یَتَّبِعُوا الْھَوَی، وَلَا یَخْشَوُا النَّاسَ، وَلَا یَشْتَرُوا بِآیَاتِي ثَمَنًا قَلِیلًا

اللہ تعالیٰ نے حاکموں سے یہ عہد لیا ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی نہ کریں اور لوگوں سے نہ ڈریں (آیت قرآنی) « ولا تشتروا بآیاتي ثمنا قلیلا » ”اور میری آیات کو معمولی قیمت کے بدلے میں نہ بیچیں“
باب کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

خَمْسٌ إِذَا اَخْطَأَ الْقَاضِي: مِنْهُنَّ خَصْلَةً كَانَتْ فِيهِ وَصْمَةٌ أَنْ يَكُونَ فَهِمًا حَلِيمًا عَفِيفًا صَلِيبًا عَالِمًا سَئُولًا عَنِ الْعِلْمِ

پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر قاضی میں ان میں سے کوئی ایک خصلت بھی نہ ہو تو اس کے لیے باعث عیب ہے۔ اول یہ کہ وہ دین کی سمجھ والا ہو، دوسرے یہ کہ وہ بردبار ہو، تیسرے وہ پاک دامن ہو، چوتھے وہ قوی ہو، پانچویں یہ کہ عالم ہو، علم دین کی دوسروں سے بھی خوب معلومات حاصل کرنے والا ہو۔ (البخاری، کتاب الاحکام، باب متی یستوجب الرجل القضاء)

منصبِ قضاء اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اصل قاضی تو اللہ رب العزت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

واللہ یقضي بالحق (الغافر20)

حق کے ساتھ فیصلہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے، اور یہ امانت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سونپی ہے جنہیں فیصلہ صادر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نیابت و خلافت حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے

لتحکم بین الناس بما أراک اللہ (النساء105)

تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے"

جو قاضی اس امانت کی اہمیت و خطورت سے شناسا ہے اور اس منصب کا حق ادا کر دیتا ہے اس کیلئے دنیا کی سعادتیں اور آخرت کے اجر عظیم کے وعدے ہیں، بصورت دیگر ناکامی، حسرت اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے

القضاہ ثلاثۃ: قاضیان فی النار و قاض فی الجنۃ قاض عرف الحق فقضی بہ فھو فی الجنہ، و قاض

عرف الحق فجار متعمدا فھو فی النار، و قاض قضی بغیر علم فھو فی النار (المستدرک، کتاب الاحکام ج 4/7012/1)
یعنی تمام قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں، جن میں سے دو طرح کے قاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک طرح کا قاضی جنت میں۔ وہ قاضی جو حق کو پہچانتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دے وہ جنتی ہے، اور جو حق کو پہچانتا تو ہے لیکن جان بوجھ کر فیصلہ ناحق کر دے وہ جہنمی ہے، اور جو بغیر علم شریعت فیصلہ صادر کر دے وہ بھی جہنمی ہے۔
کچھ قاضیوں کے بارہ میں حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ انہیں حساب و کتاب کے لئے سنگلوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر لایا جائے گا(صحیح ابن حبان)
اور ان سے حساب و کتاب بھی پل صراط پر کھڑا کر کے لیا جائے گا۔ جبکہ کچھ قاضیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے
ان المقسطین فی الدنیا علی منابر من لؤلؤ یوم القیامۃ بین یدی الرحمن عزوجل بما اقسطو فی الدینا (البخاری و مسلم وھذا لفظ ابن حبان)
یعنی۔ دینا میں عدل و انصاف قائم کرنے والے قاضیوں کو قیامت کے دن، رحمٰن کے سامنے موتیوں کے منبروں پر بٹھا دیا جائے گا، یہ ان کے عدل وانصاف کے فیصلوں کا صلہ ہے(عدل و انصاف کے فیصلوں سے مراد ہر فیصلے پر قرآن و حدیث کی تنفید ہے)
نبی ﷺ کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو
عن ابي ھریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " من ولي القضاء، او جعل قاضیا بین الناس، فقد ذبح بغیر سکین "(ترمذی برقم 1325)
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ `رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو منصب

قضاء پر فائز کیا گیا یا جو لوگوں کا قاضی بنایا گیا، (گویا) وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا
جو شخص منصبِ قضاء پر فائز کر دیا جائے وہ مٹھائیاں تقسیم نہ کرے کہ میں قاضی بن گیا ہوں، بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اس نے روزانہ کند چھری کے ساتھ ذبح ہونا ہے، ذبح اس لئے کہ اس کی تکلیف بہے زیادہ ہے اور کند چھری اس لئے کہ نہ وہ چھری چلے نہ اس کی جان چھوٹے، وہ چھری پھرتی رہے گی، پھرتی رہے گی، چلے گی نہیں، نہ وہ چلے نہ گلا کٹے نہ جان چھوٹے، روز یہ عمل جاری ہے، کند چھری کے ساتھ ذبح کیا جا رہا ہے۔
حضرات! ان فرامین کے ہوتے ہوئے ایک غیر مسلم کو منصبِ قضاء پر فائز کرنا شریعت کے ساتھ محض ایک کھیل تماشہ، بہت بڑا مذاق بلکہ شریعت سے بغاوت اختیار کرنا محسوس ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے
انکم ستحرصون علی اللامارۃ (مسند احمد 2/448)
ایک وقت آئے گا تم لوگ منصبوں کے حریص بن جاؤ گے۔ منصب حاصل کرنے کے لئے بھاگو گے "وانھا حسرۃ و لعنۃ یوم القیامۃ فنعمت المرضعۃ و بئست الفاطمۃ" اور تم ان کے پیچھے بھاگو گے اور تمہیں معلوم نہیں کہ یہ منصب، یہ عہدے قیامت کے دن سوائے رسوائی کے کچھ نہیں ہیں اس دن افسوس کرو گے کہ ہم اس منصب پر کیوں فائز ہوئے ہم نے یہ عہدہ کیوں قبول کیا۔ "فنعمت المرضعۃ" دنیا بہت اچھی ہے "بئست الفاطمۃ" لیکن مرنے کے بعد جو گھاٹیاں ہیں بڑی کڑی اور خطرناک ہیں۔
ایک حدیث میں جو ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح ابن حبان میں بسند صحیح مروی ہے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے: قیامت کے دن کچھ لوگ یہ تمنا کریں گے کاش وہ دنیا میں ثریا ستارے سے گرا دیئے جاتے لیکن انہیں کوئی منصب تفویض نہ کیا جاتا۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ منصب قضاء انتہائی اہم اور حساس منصب ہے اور کوئی غیر مسلم قطعاً اس کا اہل نہیں، اگر کسی غیر مسلم کو یہ منصب تفویض کیا جائے گا جو خلاف شریعت، خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے تو یہ چیز زمین میں فساد کبیر کا سبب بن جائے گی، اس ملک کی رعیت طرح طرح کی خرابیوں اور نحوستوں کا شکار ہو جائے گی، برکتیں ختم ہو جائیں گی اور محرومیاں بڑھتی جائیں گی۔ اس کی مثال: طبرانی کبیر میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے

حد یقام فی الارض خیر لھم من ان یمطروق اربعین صباحا (طبرانی کبیر 11/11932)

یعنی زمین میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ایک حد قائم کر دی جائے تو یہ اس علاقے کے لوگوں کے لئے چالیس دن کی مسلسل رحمت کی بارش سے بہتر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک حد مثلاً کسی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جانا، یا کسی شرابی کی پشت پر کوڑے مار دیا جانا یا کسی شادی شدہ زانی کو سنگسار کر دیا جانا، کا قیام اتنا بابرکت ہے کہ چالیس دن کی رحمت کی بارش سے اس قدر خزانے حاصل نہیں ہوں گے جتنے کسی ایک حد کے قائم کرنے سے حاصل ہوں گے۔

حدود اللہ کون قائم کرے گا؟ کیا کسی غیر مسلم سے اقامتِ حدود اللہ کی توقع کی جا سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

منصبِ قضاء در حقیقت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو قائم کرنے کا ایک ادارہ ہے

ان الحکم الا للہ (یوسف۔40)

نہیں ہے حکم مگر ایک اللہ کے لئے

پوری کائنات کیلئے نظامِ عمل، خالق کائنات نے بنایا ہے جسے نافذ کرنا ایک حاکم اور قاضی کی اجتماعی ذمہ داری ہے

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا (المائدہ 48)
یعنی ہم نے ہر امت کے لئے شریعت ومنہاج بنایا ہے
اس عمل کے لئے ضروری ہے کہ حاکم وقت اللہ رب العزت کے خوف کی بنیاد پر، اس کی شریعت کو پیشِ نظر رکھے، اور ہر مقام کیلئے شریعت کے تقاضے پورے کرے۔
آخر میں ہم حکومت کی تبدیلی کی دعا تو نہیں کرتے لیکن ہدایت کی دعا ضرور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں نظامِ عدل قائم کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔
حضرات! عدل محض ایک لفظ نہیں بلکہ پورے نظامِ شریعت کا محور ہے، جس کے تقاضے پورے کرنا ہر حاکم کی ذمہ داری ہے، عدل کا دائرہ کار بڑا وسیع ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے شروع ہوتا ہے یعنی ایک حاکم وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ عدل کرے اور اس کی توحید اور حاکمیت صحیح معنی میں قائم کر دے، شرک کی بیخ کنی کر دے۔ پھر عدل کے مستحق محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں، جس کا معنی یہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت یعنی قرآن وحدیث کو من وعن نافذ کر دیا جائے، آپ کی سنت کے مقابلے میں ہر قسم کی بدعت کی جڑیں کاٹ دی جائیں اور صحیح معنی میں آپ کے لائے ہوئے نظام کو نافذ کر دیا جائے۔
اگر ایک حاکمِ وقت ان امور میں کامیاب ہو جائے تو انسانی حقوق اللہ تعالیٰ خود ارزاں فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی نظامِ عدل قائم کرنے کی توفیق عطا فرمادے جیسا رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور میں تھا، جسے دیکھ کر ایک یہودی پکار اٹھا
ھذا ھو القسط الذی یقوم بہ السماء (ابوداؤد۔3409۔۔۔۔۔)
یعنی یہ تو وہ عدل ہے جس کی وجہ سے آسمان قائم ہیں

رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امامِ عادل قیامت کے دن اللہ تعالی کے سائے تلے ہو گا (بخاری و مسلم)

والتوفیق بید اللہ تعالیٰ، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفوں و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین